بنیاد جلد ۵، ۲۰۱۴ء

احمد سعید*

مختارزمن کے خطوط

تعارف

غالباً ۱۹۸۰ء کے آس پاس میں نے اپنی کتاب *Muslim India 1857-1947: A Biographical Dictionary* کا ڈول ڈالا تھا۔ دراصل نریش کمار جین کی، مسلمانانِ ہند کے حوالے سے، دو جلدوں پر مشتمل ایک سوانحی لغت (دہلی: منوہر، ۱۹۷۹ء) میری نظر سے گذری جس نے میرے ارادوں کے لیے مہمیز کا کام دیا۔ مذکورہ سوانحی لغت خالصتاً "ہندو ذہن" کی عکاس ہے۔ قدم قدم پر مؤلف کا مسلمان کے خلاف بغض، نفرت اور عناد چھلکتا نظر آتا ہے۔ کتاب کے مجموعی مطالعہ سے یہ تاثر سامنے آتا ہے کہ تمام مسلم قوم صرف بھانڈوں، مراثیوں، فلمی ستاروں اور گویّوں پر مشتمل ہے اور ماشاء اللہ اب یہی کام پاکستان کے مختلف ٹی وی چینل سرانجام دے رہے ہیں۔ آج بھی پاکستانی قوم میں صرف کرکٹ کے کھلاڑی، سنگر اور فلمی ستارے ہی نظر آتے ہیں۔ زندگی کے مختلف میدانوں میں جو نوجوان اور عمر رسیدہ لوگ پاکستان کا نام روشن کر رہے ہیں اُن کا چراغ اِن کے سامنے ماند پڑ چکا ہے۔

میں نے سوانحی لغت پر کام تو شروع کر دیا لیکن مجھے بعد میں احساس ہوا کہ یہ فرد کی بجائے ادارے کا کام ہے لیکن مختار زمن مرحوم اور ان جیسے کئی ایک اور حضرات نے قدم قدم پر میری ہمت بڑھائی اور یوں یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچ سکا۔ اس لغت کی تدوین کے دوران میں جو مشکلات درپیش آئیں

احمد سعید

اس کی صرف ایک مثال پیش کرتا ہوں۔

ابتدا میں مجھے صرف اتنا معلوم تھا کہ کرنل عبدالمجید خاں شملہ وفد (یکم اکتوبر ۱۹۰۶ء) کے ایک رکن اور ریاست پٹیالہ کے وزیر خارجہ تھے۔ اتفاق سے انھی دنوں پروفیسر ہارون خاں شیروانی کے بیٹے مصطفےٰ خاں شیروانی (حیدرآباد دکن) سے ان کے والد کے بارے میں خط و کتابت جاری تھی۔ اس دوران انھوں نے مجھے ایک رسالہ *Studies in Foreign Affairs of India* ارسال کیا جس میں ایک مضمون میں لکھا ہوا تھا کہ کرنل عبدالمجید کے صاحبزادے اور پروفیسر ہارون خاں انگلستان میں ایک ہی کالج میں زیر تعلیم تھے۔ میں نے فوراً مصطفےٰ خاں کو اس بارے میں خط لکھا لیکن انھوں نے اس معاملے سے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا اور مجھے مشورہ دیا کہ میں ان کی ہمشیرہ سے کراچی میں رابطہ قائم کروں۔ ان سے رابطہ کیا گیا تو انھوں نے بھی اپنی معذوری ظاہر کی لیکن یہ لکھا کہ ہمارے ایک عزیز راحت سعید چھتاری شاید اس بارے میں کچھ جانتے ہوں۔ چھتاری مرحوم کو خط لکھا تو انھوں نے کہا کہ لاہور میں ڈی آئی جی سردار عبدالوکیل خاں ان کے حقیقی پوتے ہیں۔ یوں حیدرآباد دکن سے کراچی اور کراچی سے لاہور پہنچ کر یہ معاملہ حل ہوا۔

اسی ضمن میں مختار زمن مرحوم و مغفور سے ۱۹۸۱ء میں رابطہ ہوا اور یہ سلسلہ ان کی زندگی تک چلا۔ مختار زمن (پ: ۲۱ فروری ۱۹۲۴ء، الہ آباد – و: ۲ جولائی ۲۰۰۳ء کراچی) اعلیٰ پائے کے ادیب اور صحافی تھے جو اے پی پی (ایسوسی ایٹڈ پریس آف پاکستان) کے ڈائریکٹر جنرل کے طور پر ریٹائر ہوئے تھے۔ انھوں نے ریڈیو پاکستان ڈھاکا اور بی بی سی لندن میں بھی کام کیا۔ اپنے فرائض کی انجام دہی کے سلسلے میں انھوں نے دنیا کے مختلف ممالک کے سفر بھی کیے۔ مختار زمن نے طلبہ کی سیاست میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ وہ آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے جنرل سیکرٹری کے عہدے پر فائز رہے اور اسی ضمن میں انھوں نے ایک کتاب *Students' Role in the Pakistan Movemnent* بھی لکھی تھی۔

ان خطوط کا دورانیہ ۱۸ سال پر محیط ہے۔ چار خطوط ایسے ہیں جن پر تاریخ درج ہونے سے رہ گئی۔ ان خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے تعلقات، معلومات اور مراسم کا دائرہ کس قدر وسیع تھا۔

آج انٹرنیٹ کی ''سہولت'' نے خطوط کی اہمیت کو سرے سے ختم کر دیا ہے لیکن یاد رہے کہ انٹرنیٹ سے پہلے بھی اکثر لوگوں کے نزدیک خط کا جواب دینا مذہب میں داخل نہیں تھا، اس لیے وہ خط کا جواب دینا اپنی شان کے خلاف سمجھتے تھے۔ اس تناظر میں مختار زمن کے خطوط سے ظاہر ہوگا کہ اس بابت ان کا کیا رویہ تھا کہ اپنی بیماری کے باوجود انھوں نے خط کا جواب دینے میں کبھی تاخیر نہیں کی۔ حتیٰ کہ ایک مرتبہ جب ان کے زندہ رہنے کا کوئی امکان نہیں تھا، انھوں نے صحت یاب ہوتے ہی خط کا قرض چکا دیا۔

مرحوم نہایت صاف گو انسان تھے۔ انھوں نے کبھی حقائق کو چھپانے کی کوشش نہیں کی۔ انھوں نے مجھے حافظ محمد حلیم مرحوم کے حالات لکھ کر ارسال کیے تو اس بات کو نہیں چھپایا کہ یہ حالات انھوں نے حافظ صاحب مرحوم کے پوتے شاہد حلیم سے معلوم کر کے لکھے ہیں۔ اگر کوئی اور ہوتا تو شاہد حلیم صاحب کا نام حذف کر سکتا تھا۔

مختار زمن ایک محب وطن انسان تھے۔ عام پاکستانیوں کی طرح وہ بھی، پاکستان کو جو روگ لگ گئے تھے، ان سے کبیدہ خاطر رہتے تھے۔ ان کی خواہش یہی رہی کہ پاکستان مصیبتوں کے اس بحران سے نکلے۔

ان خطوط میں سے تین خطوط کا پس منظر ضروری ہے۔ جب سے پڑھنے لکھنے کا تھوڑا بہت ذوق پیدا ہوا، اپنے جاننے والوں سے یہ تقاضا کیا کرتا رہتا تھا کہ وہ اپنے حالات زندگی قلم بند کریں۔ ان میں ڈاکٹر عبدالحمید، ڈاکٹر خورشید کمال عزیز سرفہرست ہیں۔ یہی گزارش میں نے مجید کھام گانوی سے بھی کی۔ بہر حال، میرا نقطۂ نظر یہ ہے کہ جن لوگوں نے تحریک آزادی میں کسی نہ کسی انداز سے حصہ لیا، انھیں چاہیے کہ وہ اسے تاریخ کا حصہ بنائیں۔ اردو میں اس قسم کا مواد تقریباً نہ ہونے کے برابر ہے۔ میں نے کئی مرتبہ مختار زمن صاحب سے بھی یہی گزارش کی۔ ایک مرتبہ انھیں ''وارنٹ گرفتاری'' تک بھیجا کہ اگر میں کوئی وڈیرا یا جاگیردار ہوتا تو آپ کو اغوا کر لیتا اور ''تاوان'' میں آپ کے گھر والوں سے مطالبہ کرتا کہ اپنی سوانح حیات لکھ کر بھیجیں اور رہائی حاصل کر لیں۔ انھوں نے وعدہ بھی فرمایا لیکن شاید اللہ تعالیٰ کو یہ بات منظور نہ تھی۔

ایک خط کابینہ مشن پلان (۱۹۴۶ء) کے حوالے سے لکھا تھا۔ معاملہ یہ تھا کہ ان دنوں ایک تو میں اپنی کتاب *Trek to Pakistan* میں کچھ اضافے کر رہا تھا اور تقریباً انھی دنوں "یار لوگ" یہ بات ثابت کرنے میں لگے ہوئے تھے کہ قائد اعظم نے کابینہ مشن پلان کو تسلیم کر کے اپنے مطالبۂ پاکستان سے دستبرداری کا اعلان کر دیا تھا جب کہ حقیقت یہ نہیں ہے۔ موجودہ دور کے مسلمان مؤرخین بس یہ دعویٰ کرنے والے ہیں کہ پاکستان قائد اعظم نے نہیں بلکہ پنڈت جواہر لال نہرو اور ایم۔کے۔ گاندھی نے بنایا ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ہندو مؤرخین اس بات کو پہلے ہی آگے بڑھا چکے ہیں۔ مجھے ڈر ہے کل کو یہی "تحقیق" سامنے نہ آ جائے کہ پاکستان تو قائم ہی نہیں ہوا تھا یہ تو سب مفروضات ہیں۔ اللہ رحم کرے۔

تیسرا خط الٰہ آباد یونی ورسٹی اولڈ بوائز ایسوی ایشن کراچی کے ایک جلسے کے حوالے سے ہے۔ جہاں ڈاکٹر جاوید اقبال نے خطبہ الٰہ آباد کے حوالے سے ایک لیکچر دیا تھا۔ میں نے ان سے اخبار میں شائع ہونے والی خبروں کے حوالے سے دریافت کیا تھا۔ مختار زمن کا جواب یقیناً تاریخی حیثیت سے بہت صائب ہے۔

مختار زمن کے پہلے ہی خط میں احمد وہاب خیری کا ذکر ہے۔ دراصل میں نے کہیں پڑھا تھا کہ خیری صاحب نے تحریکِ پاکستان میں قابلِ قدر حصہ لیا تھا اور میں ان تک رسائی حاصل کرنا چاہتا تھا۔ میں نے بہت تگ و دو کے بعد بالآخر ان کا سراغ لگا لیا۔ ۲۵/۲۰ خطوط لکھنے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ ایک حادثے میں زخمی ہو کر چند سالوں سے بسترِ علالت پر ہیں۔ انھوں نے مجھے اپنے خط میں لکھا تھا کہ میں نے جو کچھ کیا، اپنا فرض سمجھ کر کیا، مجھے کسی نام و نمود کی خواہش نہیں۔ یہاں تحریکِ پاکستان کے اس "حقیقی سپاہی" کا ان حضرات سے مقابلہ کیجیے جن کی عمر قیامِ پاکستان کے وقت محض چھ سات سال تھی اور لوگ انھیں اپنی گود میں اٹھا کر ان سے تقریر کروایا کرتے تھے۔ آخر یہ تو نہیں ہو سکتا کہ "گولڈ میڈل" پڑے رہیں اور انھیں وصول کرنے والا ہی کوئی نہ ہو۔ اس طرح تو گولڈ میڈل کی توہین ہو گی۔ گولڈ میڈل کے مستحق اب بس اسی قسم کے "سپاہی" رہ گئے ہیں، اصل کارکن تو چل بسے۔

ان خطوط کی اشاعت کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ میں مولانا غلام رسول مہر مدیر انقلاب

(لاہور) کے صاحبزادے امجد سلیم علوی کو متحرک کر سکوں کیونکہ میں ایک عرصے سے انھیں اس بات پر قائل کرنے کی کوشش کر رہا ہوں کہ وہ اپنے باقی تمام کام مؤخر کر کے ان خطوط کو مرتب کرنے کی طرف توجہ دیں۔ یہ خطوط سیکڑوں کی تعداد میں موجود ہیں اور اب ہماری تاریخ کا حصہ ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ یہ کہیں ضائع نہ ہو جائیں۔

....

۳۰ دسمبر ۱۹۸۱ء

مکرمی جناب احمد سعید صاحب، وعلیکم السلام!

آپ کے خط کا جواب میں مکمل طور پر نہیں دے سکتا مگر جو کچھ مجھے معلوم ہے عرض کرتا ہوں۔

۱۔ واحد بخش قادری مرحوم کا گھر مجھے معلوم ہے۔ پتا ہے:

۲/۱۰۰ غزالی روڈ۔ پی۔ ای۔ سی۔ ایچ۔ ایس

ان کے یہاں ٹیلیفون تھا۔ اب نہ معلوم باقی ہے یا کٹ گیا۔ نمبر یہ ہے: 433708

۲۔ وہاب خیری صاحب میری اطلاع کے مطابق بقیدِ حیات ہیں مگر گمنام ہیں۔ میں نے بھی ملنے کی کوشش کی تھی کچھ پتہ نہ چلا۔ سنا تھا لانڈھی میں رہتے ہیں۔ اسلام آباد میں بیٹھ کر پتہ چلانا مشکل ہے۔ کراچی میں اگر کوئی علی گڑھ والا آپ کا شناس ہو تو شاید پتا معلوم ہو سکے گا۔

۳۔ بیگم نعمان کا ڈاک کا پتا معلوم نہیں ۔ اتنا جانتا ہوں کہ وہ ماہ نیوڈی کلینک کے برابر سے جو سڑک اندر کو جاتی ہے اس پر چھٹے یا ساتویں مکان میں رہتی ہیں۔ لیکن اگر آپ ڈاکٹر ذکیہ زیبا کی معرفت خط لکھیں تو شاید انھیں مل جائے گا۔ اس لیے کہ اوپری منزل پر یہ صاحبہ رہتی ہیں: ان کا پتا یہ ہے۔ ڈاکٹر ذکیہ زیبا، شعبہ انٹرنیشنل ریلیشنز، کراچی یونی ورسٹی۔

۴۔ اے کے سومار کا فاروق ٹیکسٹائل کا پتا صحیح ہے۔

مخلص

مختار زمن

....

۳ دسمبر ۱۹۸۴ء

مکرمی احمد سعید صاحب، السلام علیکم!

میں بہت شرمندہ ہوں ۔آپ نے مجھے خط لکھا ۔وہ خط کھو گیا ۔اب ہر جگہ تلاش کرتا ہوں مگر وہ غائب ہے۔میرے خیال میں آپ نے میرا بائیو ڈیٹا مانگا تھا ۔وہ بھیجتا ہوں ۔لیکن اگر کوئی اطلاع درکار ہو تو ضرور لکھیں۔وعدہ رہا کہ جواب فوراً دوں گا اور خط کو حفاظت سے رکھوں گا۔

یہ تحقیق ہوگیا کہ روف ا کا مدراس میں ہی انتقال ہوگیا۔

احقر

مختار زمن

....

۲/۱۱الف ۴ ناظم آباد کراچی

۲۵ دسمبر ۱۹۸۷ء

مکرمی احمد سعید صاحب، السلام علیکم!

آج قائد اعظم کا یومِ پیدائش ہے۔آپ کے خط کا جواب دینے کے لیے کیا مبارک دن ہے۔آپ کے دونوں خطوط مجھے مل گئے ۔آپ نے جو کچھ دریافت کیا ہے ان کے لیے کافی و شافی جواب شاید نہ دے سکوں گا۔ جو کچھ جانتا ہوں لکھتا ہوں ۔

رسالہ *Awakening* لکھنؤ سے نکلتا تھا ۔اس کے ایڈیٹر محمود الحق عثمانی تھے۔میرے پاس اس کی کوئی کاپی بھی موجود نہیں اور نہ شاید یہ کسی دوست کے پاس ہے۔عثمانی صاحب سے میں ابھی تک رابطہ قائم نہیں کر سکا۔اگر ان کے پاس مل گئی تو آپ کو مطلع کروں گا۔میرے دوست شاہ محمود سلیمان زیادہ تر اس کے روحِ رواں[روح و رواں] تھے۔وہ ان دنوں لکھنؤ میں رہتے تھے۔

ڈاکٹر سید نجم الدین احمد جعفری مرحوم نے بے شک الٰہ آباد سے *onward* جاری کیا تھا۔ ان دنوں میں طالب علم تھا لیکن ڈاکٹر صاحب کے یہاں ہر اتوار کو جایا کرتا تھا۔رسالے کو پیک کرنا، ٹکٹ لگانا اور کبھی کبھی کوئی چھوٹا سا نوٹ لکھ دینا میرا کام تھا۔ان کے بیٹے سید سعید جعفری سے خود رابطہ

قائم کر چکے ہیں۔ان کے پاس کچھ کاپیاں مجلد موجود ہیں خود ان سے بات نہیں ہو سکی ۔لیکن بیگم جعفری نے بتایا کہ تلاش سے رسالے مل گئے۔

علی احمد فضیل صاحب کراچی میں وکالت کرتے ہیں اور اچھے وکلا میں شمار کیے جاتے ہیں۔ میری ان سے فون پر بات ہوئی ۔وہ فتح گڑھ کے رہنے والے ہیں اور ۱۹۴۷ء میں کراچی آگئے تھے۔ شیخ محمد اشرف نے ان کی کتاب *Water Power Resources of Pakistan* قیام پاکستان سے کچھ عرصہ پہلے شائع کی تھی لیکن خود ان کے پاس اس کی کوئی کاپی نہیں ہے۔ڈان میں انھوں نے متعدد مضامین اور خطوط لکھے تھے۔کہتے ہیں کہ وہ انھیں جمع کرکے شائع کروانے والے ہیں۔کب تک؟ اس کا جواب مشکل ہے شاید ۱۹۸۸ء کے اندر اندر۔دفتر کا پتا یہ ہے۔

Ali Ahmed Fazeel Advocate

315-317 Mohammadi House

I.I. Chundrigar Road, Karachi

(Phone 236988)

گھر کا پتا یہ ہے۔

139 M/2 PECHS

Phone 433287

میں نے آپ کا ذکر خیر ان سے کر دیا ہے۔آپ چاہیں تو ان سے رابطہ قائم کر لیں ۔یہ سن کر خوشی ہوئی کہ آپ *Biographical Dictionary* کو آخری شکل دے رہے ہیں۔کیا یہ ان لوگوں کے متعلق ہے جنھوں نے تحریک پاکستان میں کام کیا ہے یا کوئی اور منصوبہ ہے؟ یہ بھی اچھی بات ہے کہ *Case for Pakistan* مرتب ہو کر آنے والی ہے۔کیا یہ کیس پاکستان کے قیام کا جواب ہے یا اس میں موجودہ پاکستان کو قائم دائم رکھنے کی اشد ضرورت اور قومی مرض کا بھی ذکر ہو گا۔

احقر

مختار زمن

....

۲/۱الف ۴۔کراچی

۲۲ فروری ۸۸ء

مکرمی پروفیسر صاحب،

میں شرمندہ ہوں کہ آپ کے دو خطوط کے جواب ایک ساتھ اور وہ بھی تاخیر سے دے رہا ہوں۔

میں نے ڈان کے ایڈیٹر سے بات کی تھی کہ وہ ریاض الدین احمد اور آئی اے ملک کا کچھ پتا نشان بتائیں۔ان کا کہنا ہے کہ آزادی سے پہلے کے فائل آگ لگنے کے باعث دلی میں جل گئے، اس لیے پتا چلانا مشکل ہے۔لیکن آپ ایک letter to the editor اگر ڈان کو بھیج دیں اور اس میں اپنی ضرورت تحریر کر دیں تو شاید کوئی ڈان اخبار کا پڑھنے[والا] یا خود ان حضرات میں سے کوئی جواب دے۔میں خود ایک ریاض الدین احمد صاحب کو جانتا ہوں ۔وہ علی گڑھ کے پرانے طالب علم، پروفیسر اے بی اے حلیم کے خاص شاگرد اور مجیدیہ اسلامیہ کالج کے سابق پرنسپل ہیں۔میرا خیال ہے کہ وہ مضمون لکھتے ہوں گے اس لیے کہ وہ تحریک پاکستان کے ہمدرد تھے اور اقتصادیات سے دلچسپی رکھتے تھے۔ان کا پتا یہ ہے۔

822-A/2 Nurullah Road

Allahabad 211003

U.P. India

آئی اے ملک سے میں واقف نہیں ہوں۔

عثمانی صاحب کو برابر فون کر رہا ہوں۔وہ ابھی تک نہیں ملے۔آپ انھیں براہ راست خط لکھیں۔

شاہ محمود سلیمانی اب واشنگٹن میں مقیم ہیں۔

کراچی یونی ورسٹی کے archives کے ڈائریکٹر اب Dr. M. H. Siddiqui ہیں۔

انھیں بھی آپ خط لکھیں کہ علی گڑھ میگزین کا پاکستان نمبر ہے یا نہیں۔میری نظر سے نہیں گذرا۔اگر کوئی

مزید اطلاع مجھے ملی تو آپ کو پھر لکھوں گا۔

فقط

مختار زمن

....

۲/۱ الف ۔۴ناظم آباد

کراچی ۔۲۶ اپریل ۸۸ء

مکرمی احمد سعید صاحب،

السلام علیکم!

میں ایک مہینہ سے زائد ملک سے باہر رہا۔واپسی پر آپ کے دونوں خطوط مل گئے۔ جواب میں تاخیر کے لئے معافی اور جواب حسب ذیل۔

(۱) محمد نعمان کبھی یو پی لیجسلیٹو [Legislative] کونسل کے رکن نہیں رہے ۔یونی ورسٹی سے فارغ ہو کر حیدرآباد چلے گئے۔وہاں ملازم ہو گئے ۔پاکستان بنا تو کراچی آئے۔کچھ دن وکالت کی پھر مشرقی پاکستان میں سگریٹ فیکٹری کھولی جس میں چند بنگالی ان کے ساتھ تھے۔

(۲) عثمان احمد انصاری سب سے پہلے شبلی جارج کالج اعظم گڑھ میں لیکچرر رہے۔کچھ دن تک قائد اعظم کے سیکرٹری کی حیثیت سے کام کیا ۔اسٹار آف انڈیا کے ایڈیٹر رہے۔پھر لندن میں پاکستانی سفارت خانے میں پریس اتاشی اور شاید بعد میں پریس کونسلر کے فرائض انجام دیتے رہے۔ ریٹائر ہو کر کامن ویلتھ سیکرٹریٹ میں چند دن کام کیا۔اب وہ لندن میں مستقل طور سے مقیم ہیں اور بالکل ریٹائرڈ زندگی گذار رہے ہیں۔نہایت کلچرڈ اور معقول آدمی ہیں ۔میں نے ۱۹۴۷ء میں صحافت کا پیشہ شروع کیا اور کلکتہ مارننگ نیوز میں رپورٹر بنا تو انھوں نے ازراہِ کرم اسٹار آف انڈیا کے لئے بھی میری خدمات حاصل کیں۔وہ شام کا اخبار تھا۔اور اس کے مالک اصفہانی صاحب تھے جو میرے کرم فرما تھے۔اور انصاری صاحب کو میں اپنا استاد سمجھتا ہوں۔

(۳) محمود الحق عثمانی صاحب کا فون یہ ہے ۔423224۔میں نے بارہا فون پر پتا معلوم

کرنے کی کوشش کی مگر شاید فون خراب ہے۔ان کی بچی کا نام مسز یزدانی [ہے]۔وہ White House Grammar School, Karachi کی پرنسپل ہیں ان کا پتا یہ ہے:

125- Block 4 Gulshan-e-Iqbal, Karachi

میرے خیال میں آپ عثمانی صاحب کو c/o Mrs Yazdani خط لکھ دیں تو مل جائے گا۔

فقط والسلام

مختار زمن

....

۲/۱ الف ۔۳ ناظم آباد کراچی

۲۷ اگست ۱۹۸۸ء

مکرمی احمد سعید صاحب،

السلام علیکم!

میں شرمندہ ہوں کہ آپ کے خطوط کے جواب جلد ارسال نہ کر سکا۔پہلے تو میری اہلیہ سخت بیمار ہو گئیں، اس میں ایک ماہ تک پریشان رہا۔ادھر دس بارہ روز سے میں خود آشوبِ چشم کے مرض میں گرفتار ہوں لکھنا پڑھنا اور لوگوں سے ملنا جلنا ملتوی کرنا پڑا اس لیے کہ یہ بیماری conjunctivitis اڑکر لگتی ہے۔

بہر کیف میں آپ کے چند سوالات کا جواب لکھ رہا ہوں ۔

(۱)سید رضوان اللہ یوپی مسلم لیگ کے جنرل سیکرٹری اور ایم ایل اے تھے ان کے والد مولوی محمد سبحان اللہ کا شمار گورکھپور کے رؤسا اور اہل علم حضرات میں ہوتا تھا۔مولوی سبحان اللہ کی بہت بڑی لائبریری تھی۔شعراء اور ادیب ان کے مہمان ہوتے تھے ۔ریاض خیر آبادی سے خصوصی تعلقات تھے اور کلیات ریاض انھوں نے ہی شائع کروایا تھا۔ان کے کئی بیٹے تھے ان میں سے شاید تین پاکستان آئے ۔سید رضوان اللہ یوپی مسلم لیگ کے جنرل سیکرٹری ۔سید عرفان اللہ جو کراچی کارپوریشن میں چیف افسر ہوئے ۔ان کی بیگم سروری عرفان اللہ نے بھی کچھ دن سیاست میں حصہ لیا۔لطف اللہ جو ڈی آئی

جی ہو کر ریٹائر ہوئے۔یہ سب لوگ انتقال کر چکے ہیں۔رضوان اللہ صاحب کا یوپی لیگ میں اپنا گروپ تھا لیکن مجھے یہ یاد نہیں کہ صدارت کے لیے ان کا جھگڑا نواب اسمٰعیل خاں صاحب سے چلا تھا۔لیکن اتنا یاد ہے کہ شاید ظہیرالحسن لاری وغیرہ سے کچھ اختلاف رائے ہوا تھا۔حالانکہ وہ بھی گورکھپور ہی کے رہنے والے تھے ۔ لیگ کے تمام معروف لوگ نواب صاحب کی عزت کرتے تھے ۔چودھری خلیق الزماں' راجہ محمود آباد' جمشید علی خاں' مفتی فخرالاسلام وغیرہ بھی نواب صاحب کی بہت عزت کرتے تھے لیکن بہرصورت رضوان اللہ صاحب نے بھی کئی سال لیگ کی خدمات انجام دیں۔کراچی آ کر کاروبار وغیرہ شروع کیا۔سیاست سے تقریباً کنارہ کش ہو گئے۔

(۲)محمود الحق عثمانی صاحب کا نمبر 421644 (گھر)اور201396(دفتر)اور پتا یہ ہے:

164 K-Block 3 PECHS Karachi 75400

اب آپ ان کو[کی] بچی کی بجائے خود انھیں براہ راست خط لکھ سکتے ہیں یا فون کر سکتے ہیں۔

(۳)حسین بیگ محمد صاحب کا کئی برس ہوئے انتقال ہو گیا۔مرحوم بمبئی سے ہجرت کر کے کراچی آئے تھے۔ایک سینما گھر چلانے کا کاروبار شروع کیا۔آخر زمانے میں سخت علیل رہے رعشہ ہو گیا تھا اور سخت تکلیف میں تھے۔ایک زمانے میں بمبئی میں ان کا طوطی بولتا تھا

(۴)دہلی مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن نے پاکستان ہیرالڈ کے نام سے ایک ماہانہ مجلہ جاری کیا جو غالباً ۱۹۴۱ء سے ۱۹۴۳ء تک چلا اس کا نام سہواً میری کتاب میں رہ گیا۔اس کے کرتا دھرتا خالد شمس الحسن تھے ان کے والد شمس الحسن صاحب مرحوم سے آپ واقف ہی ہوں گے۔مرحوم کا تعلق لیگ سے ۱۹۰۶ء میں قائم ہوا اور آخر دم تک رہا۔خالد اس وقت نیشنل بینک میں اگیزی کٹو [executive] وائس پریذیڈنٹ ہیں۔

(۵)حسن اے شیخ صاحب سے میں نے گفتگو کی تو انھوں نے بتایا کہ آپ کا خط انھیں ملا تھا لیکن چونکہ ان کے پاس وقت بالکل نہیں ہے اس لیے وہ آپ کی فرمائش کو پورا کرنے سے قاصر ہیں۔میں نے بہرصورت ان کے کچھ حالات انھی سے پوچھ کر نوٹ کر لیے ہیں جو اس خط کے ہمراہ منسلک ہیں ۔

(۶)*Awakening* کا کوئی شمارہ میرے پاس نہیں ہے لیکن خالد نے بتایا کہ کوئی صاحب حسن ابدال میں ہیں ان کے پاس دو کاپیاں ہیں۔ میں نے خالد سے کہا کہ فوٹو کاپیاں منگوادیں۔ اگر آگئیں تو میں آپ کو مطلع کروں گا۔ آپ خود بھی خالد کو خط لکھ دیں تو بہت بہتر ہوگا۔

(۷)حسن اے شیخ کے فون اور پتا:

232391 (دفتر)

232602 (دفتر)

439323 (گھر)

437195 (گھر)

پتا:

45 M-Block 6 PECHS Karachi

میں آپ کا بے حد شکر گزار ہوں کہ آپ نے ڈان [۲] کا وہ صفحہ فوٹو بنوا کر بھیجنے کی زحمت کی جس میں قائداعظم سے میری ملاقات کا ذکر ہے۔ عجب اتفاق ہے کہ جس دن یہ پرچہ ملا اس دن ٹی وی پر میری ریکارڈنگ تھی جس میں اسی ملاقات کا ذکر کرنا تھا۔ ہر چند یاد کرتا تھا لیکن تاریخ ملاقات یاد نہ آتی تھی۔ آپ کے بھیجے ہوئے تراشے نے میری مشکل حل کردی۔ شکریہ!

فقط والسلام

مختار زمن

....

۱/۲ الف ۔۳/۴ ناظم آباد کراچی

۲۰ اکتوبر ۱۹۸۸ء

مکرمی!

السلام علیکم!

آپ کے خط کا جواب تاخیر سے مگر پہلی فرصت میں دے رہا ہوں۔ بیٹے۔

(۱)محمد وہاج الدین عباسی، آئی سی ایس کے افسر تھے۔ عرصہ دراز تک حکومت پاکستان میں سیکرٹری کے عہدے پر تعینات رہے۔ وزارتِ داخلہ اور ریفیوجی ری ہیبلی ٹیشن کے محکمات سے بھی تعلق رہا۔ ان کی بیوی الٰہ آباد ہائی کورٹ کے سابق جج جسٹس نعمت اللہ کی صاحبزادی ہیں۔ بقیدِ حیات ہیں۔ ان کے داماد شاہد حسین اس وقت اقوام متحدہ میں ایک بڑے عہدے پر فائز ہیں۔ عباسی صاحب اسکندر مرزا کے زمانے میں وزارتِ داخلہ کے سیکرٹری تھے۔ ان کا تعلق یو پی کے ایک معزز گھرانے سے تھا۔

(۲)Lt S.M. Ahsan - بعد میں Vice Admiral S.M. Ahsan ۔ ۱۹۴۷ء میں بحریہ کے جونیئر افسر تھے۔ تقسیم ہند کے بعد جب قائداعظم گورنر جنرل ہوئے تو انھیں اپنا اے ڈی سی بنا لیا۔ ہیکٹر بولائیتھو نے ان کا ذکر اپنی کتاب میں بھی کیا ہے کہ جب قائداعظم اگست ۱۹۴۷ء میں کراچی پہنچے تو بے حد کمزور تھے۔ اے ڈی سی نے انھیں سہارا دے کر اٹھانا چاہا مگر انھوں نے انکار کردیا اور قوتِ ارادی کے بل پر کھڑے ہو گئے۔ احسن ترقی کر کے بحریہ کے افسرِ اعلیٰ بنے۔ پھر مشرقی پاکستان کے گورنر بنے اور اصولی تنازع پر استعفیٰ دے دیا۔ پتا:

Vice Admiral S.M. Ahsan

53-F Kahkashan Scheme No. 5 Bath Island, Karachi

فون نمبر۔531495

(۳)مرزا احمد اصفہانی۔ دراصل یہی M. M. Ispahani کے بانی، اور اس کا دماغ تھے۔ یہ مرزا ابو الحسن اصفہانی کے سب سے بڑے بھائی تھے۔ یہ خاندان مدراس سے کلکتہ اور پھر مشرقی پاکستان گیا۔ مرزا احمد سیاست میں سامنے نہیں آتے تھے لیکن وہی مسلم لیگ کی مالی امداد کے ذمہ دار اور پاکستان کی تحریک کے مددگار تھے۔ قائداعظم ان پر بھروسہ کرتے تھے۔ انھوں نے ہی قائد کی تحریک پر اوریئنٹ ایرویز، مسلم کمرشل بینک، اور کئی ادارے قائم کیے۔ بنگال میں ان کا کاروبار تھا۔ بنگلہ دیش بنا تو چھوٹے بھائی ابو الحسن اصفہانی اور محمود اصفہانی کراچی منتقل ہو گئے مگر مرزا احمد ڈھاکے میں مقیم رہے، ان کی وجہ سے بہت سوں کی جان بچ گئی۔ وہ کئی سال ہوئے انتقال کر گئے ان کے بیٹے صدری اصفہانی

اب ان کے جانشین ہیں ۔

(۴) جی ہاں جام صاحب ہی جام غلام قادر لسبیلہ ہیں جن کا حال ہی میں انتقال ہوا ہے ۔

(۵) نواب آف ٹونک، ریاست ٹونک (راجپوتانہ) کے والی تھے ۔ یہ خاندان امیر خاں کا ہے ۔ ایک ریاست ٹانک بھی ہے جو صوبہ سرحد میں ہے ۔

(۶) Col. Barnie برطانوی فوجی افسر تھے جنھوں نے پاکستان کے لیے opt کیا اور قائداعظم کے ملٹری سیکریٹری تھے ۔ (دیکھیے ہیکر بولائیتھو)

(۷) مہاراجکمار محمود آباد، راجہ صاحب محمود آباد کے چھوٹے بھائی تھے ۔ دراصل میں نے یہ محسوس کیا ہے کہ اس خاندان کے سلسلے میں بڑی غلطیاں ہوئیں ۔ حال ہی میں ٹی وی پر راجہ صاحب پر پروگرام ہوا اس میں بھی باپ بیٹے میں کنفیوژن کر دیا ۔ بیٹے خاندان کا نام سیاست میں پہلے مہاراجہ سر علی محمد خاں نے روشن کیا وہ محمود آباد کے والی تھے ۔ ان کے تعلقات محمد علی، شوکت علی، حسرت موہانی، نہرو، گاندھی، مسز نائیڈو سے بھی تھے ۔ اور قائداعظم کو وہ بھائی کہتے تھے ۔ یوپی میں وہ ہوم منسٹر رہے ۔ ان کے دو لڑکے تھے ایک ہمارے راجہ امیر احمد خاں آف محمود آباد جو مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے صدر اور آل انڈیا مسلم لیگ کے خزانچی اور مشہور لیڈر ۔ دوسرے چھوٹے لڑکے مہاراج کمار کہلاتے تھے ۔ دونوں بھائیوں کی شادیاں پڑوس کی بلہرہ اسٹیٹ کی راجکماریوں سے ہوئی [تھیں] اس لیے بلہرہ بھی محمود آباد کا حصہ بن گئی ۔ اولادِ نرینہ بلہرہ کے والی کی کوئی نہ تھی ۔ مہاراج کمار زیادہ وقت پڑھنے لکھنے میں گذارتے تھے ۔ سیاست میں حصہ نہیں لیتے تھے ۔ بعد میں صحت خراب ہو گئی ۔ بمبئی چلے گئے اور راجہ صاحب سے پہلے ہی انتقال کر گئے ۔ ان کا لڑکا لندن میں بس گیا ہے ۔

(۸) خاران تو آپ جانتے ہیں پاکستان میں ہے مگر خاران ، بلاس پور اور رومانہ کے حکمرانوں سے میں زیادہ واقف نہیں ۔ شاید کسی پرانی year book میں ان کے نام مل جائیں گے ۔

یحیٰ مرچنٹ البتہ قائداعظم کے بھانجے یا قریبی عزیز ہیں لیکن ٹھہریے شاید میں غلطی کر رہا ہوں وہ لیاقت مرچنٹ ہیں ۔ یحیٰ مرچنٹ بمبئی کے architect تھے جنھوں نے قائداعظم کے مزار کا نقشہ بنایا تھا ۔ اسی کے مطابق کراچی میں مزار تعمیر ہوا ۔ یہ ایک پورا کمپلیکس ہے جس میں صرف مزار والا

حصہ ابھی بنا ہے ۔ مرچنٹ بمبئی کے اعلیٰ درجے کے architect سمجھے جاتے تھے ۔ اب ان کا انتقال ہو گیا ۔ سنا ہے قائداعظم کو وہ تعمیر مکان کے سلسلے میں رائے دیتے تھے ۔

امید ہے کہ میرے بھیجے ہوئے خطوط مل گئے ہوں گے ۔

فقط والسلام

مختار زمن

....

۱/۲ الف ۔ ۴ ناظم آباد کراچی

۲۸ نومبر ۱۹۸۸ء

مکرمی احمد سعید صاحب، تسلیم!

پچھلے ہفتے آپ کو خط لکھ چکا ہوں ۔ امید ہے کہ اب تک مل گیا ہو گا راجہ نانپارہ کے متعلق مزید معلومات یہ ہیں:

(۱) راجہ نانپارہ کے دو بیویاں تھیں ۔ پہلی بیوی سے جو بڑی رانی تھیں ان سے ایک بیٹے اور تین لڑکیاں ہیں ۔ ان میں سب سے بڑے بیٹے کا نام آصف علی خاں ہے ۔ اگر ریاست باقی رہتی تو وہی راجہ ہوتے ۔ ان کا موجودہ پتا یہ ہے:

57 A- SeaviewApts. G.F. 1 Karachi

Phone: 572987

دوسری بیوی کے بیٹے طارق علی خاں اور شارق علی خاں اور ایک بیٹی کی شادی سابق سفیر اکبر طیب جی سے اور دوسری کی سابق سی ایس پی افسر انور عادل سے ہوئی تھی، بعد میں طلاق ہو گئی ۔ شارق لکھنؤ میں ہیں ۔ راجہ نانپارہ دراصل دو ریاستوں کے مالک تھے ۔ ایک محمدی ریاست ضلع لکھیم پور اور دوسری نانپارہ ضلع بھرائچ ۔ مسلم لیگ کے حامی تھے مگر خود پبلک لائف میں نہیں آئے تھے ۔ لکھنؤ سیشن کے موقع پر انھوں نے مالی امداد بھی دی تھی اور بہت بڑا ڈنر تمام مندوبین کو دیا تھا ۔ البتہ سیشن میں راجہ صاحب محمود آباد پیش پیش تھے اور صدرِ مجلسِ استقبالیہ تھے جن کے نانپارہ سے اچھے مراسم تھے ۔

(۲)نواب یوسف کے عزیز آفتاب اور خورشید جو محمد علی مرحوم کے بیٹے ہیں، مال روڈ پر ریگل سنیما کے قریب رہتے ہیں۔باقی حالات پہلے لکھ چکا ہوں۔

ہاں کیا آپ کومعلوم ہے کہ ریاست کا نام ناپارہ کیوں پڑا ؟ پرانے زمانے میں گیارھویں شریف کے موقع پر سات دن تک تمام ریاست میں روٹی تقسیم ہوتی تھیں۔ ہر ایک کے حصے میں روٹی کا کچھ نہ کچھ حصہ آتا تھا اسی لیے ریاست ناپارہ کہلانے لگی۔

راجہ سلیم پور کے اعزہ بھی کہیں نہ کہیں ضرور ہوں گے مگر ابھی تک پتہ نہیں لگا سکا۔ جب بھی کچھ حال معلوم ہو گیا تو لکھوں گاان شاء اللہ۔ راجہ جہانگیرآباد کے ایک عزیز افتخارحسین ہیں جو شاید کنٹری کرتے ہیں۔

کیا پچھلے خط میں محمد احمد سبزواری صاحب کا پتا لکھ چکا ہوں؟ یا دنہیں ۔ خیر مکرر سہی ۔ان کا فون نمبر 410889ہے اور پتا ہے:

No. 1174

Pir Ilahi Bux Colony, Karachi

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

فقط والسلام

مختارزمن

....

۲/۱ الف ۔۴؍ناظم آباد کراچی

۱۸دسمبر ۱۹۸۸ء

مکرمی احمد سعید صاحب،تسلیم!

آپ کے تازہ خط کا جواب:

(۱)ہادی نقشبندی علی گڑھ یونی ورسٹی کے طالب علم تھے۔ان کا اصل وطن شاید ناگپور یا سی پی میں کوئی شہر تھا۔ وہ ایم ایس ایف کے بڑے سرگرم رکن تھے اور اس وقت سے فیڈ ریشن کا جھنڈا بلند کیے ہوئے تھے جب اکثر سینئر طلباء مخالف تھے یعنی تیسویں دہائی کے وسط یا آخر میں۔تعلیم ختم کرنے کے بعد وہ ایسے غائب ہوئے کہ پتہ نہیں کہاں گئے ۔یہ صحیح ہے کہ وہ علی گڑھ مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے صدر تھے۔میرا خیال ہے کہ وہ پاکستان نہیں آئے۔

(۲)عبدالستار صدیقی کا تعلق بھی ناگپور سے ہے۔ان کا خاندان سربرآوردہ میمن برادری سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ اوران کے ساتھی مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے سرگرم کارکن تھے ۔انھوں نے متعدد جلسے کیے۔ قائداعظم سے رابطہ رکھا۔نواب صدیق علی خاں مرحوم کے قریب رہے اور پاکستان کی تحریک میں سرگرمی سے حصہ لیا۔ پاکستان بننے کے بعد وہ کراچی آگئے اوریہاں Allies Book Corporation کے نام سے کتب فروشی اور کتابوں کی اشاعت کا کام شروع کیا۔ان کی دکان بندر روڈ پر واقع ہے جواب جناح روڈ کہلاتی ہے۔

پتا:

4, Aven Lodge, M.A. Jinnah Road, Karachi

Phone: 211738

ایڈمرل احسن کو میں فون کر دوں گا۔ دیکھیے کچھ اثر ہوتا ہے یا نہیں ۔ وہ دراصل ذرا خاموش اور پیچھے رہنے والے آدمیوں میں سے ہیں ۔

امید ہے آپ مع الخیر ہوں گے۔

یقین ہے کہ آپ کومیرے پہلے خطوط مل گئے ہوں گے۔

فقط والسلام

مختارزمن

....

۲/۱ الف ۔۴؍ناظم آباد کراچی

۱۴دسمبر ۱۹۸۹ء

مکرمی احمد سعید صاحب،تسلیم!

آپ کے تازہ خط کے جواب میں اس لیے دیر ہوئی کہ مولانا جمال میاں صاحب باہر گئے ہوئے تھے دو دن ہوئے وہ تشریف لائے تو ان سے بات ہوئی۔ وہ کہتے ہیں:

"مولانا قطب الدین عبدالوالی اور مولانا عبدالوالی ایک ہی شخص ہیں۔ وہ مولانا قیام الدین عبدالباری صاحب کے داماد اور جانشین تھے۔ مولانا عبدالباری مولانا جمال میاں کے والد تھے اور انھوں نے کافی شہرت حاصل کی تھی اس لیے کہ سیاست اور دوسرے قومی معاملات سے دلچسپی رکھتے تھے۔ مولانا قطب الدین عبدالوالی ان کے بعد جانشین ہوئے۔"

آپ کو تمام تفصیل تذکرہ علما فرنگی محل میں مل جائیں گی۔ جو پنجاب یونی ورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔ غالباً مولانا عنایت اللہ نے لکھی ہے۔ اس کے علاوہ رئیس احمد جعفری مرحوم نے بھی ایک کتاب مولانا عبدالباری وغیرہ پر لکھی ہے۔

فقط والسلام

مختار زمن

....

۱/۲ الف۔۴ ناظم آباد کراچی

۱۱جنوری ۱۹۹۰ء

مکرمی احمد سعید صاحب،

وعلیکم السلام!

آپ کے استفسار کا جواب یہ ہے:

میرے خیال میں *Muslim Biographical Dictionary of British India (1857-1947)* زیادہ مناسب عنوان ہے۔ وجہ یہ ہے کہ Modern Muslim India میں تو آپ کو ۱۹۴۷ء کے بعد کے بھی بہت سے اہم نام شامل کرنے پڑیں گے۔ غالباً آپ کا مقصد یہ نہیں ہے۔ اس لیے کہ آپ نے ۱۹۴۷ء کی قید لگا دی ہے اور صرف ان لوگوں کے نام گنوائے ہیں جنھوں نے تقسیم ہند سے قبل سامراجی دور میں کوئی اہم کام انجام دیا تھا۔

والسلام

مخلص

مختار زمن

....

۱/۲ الف۔۴ ناظم آباد کراچی

۲فروری ۱۹۹۰ء

مکرمی احمد سعید صاحب، تسلیم!

امید ہے کہ آپ کو میرا رجسٹری خط جس میں حافظ حلیم صاحب کے متعلق مواد تھا مل گیا ہوگا۔ قادری برادران کے بارے میں بھی چند سطور تھیں۔

آپ نے اے او رضی الرحمٰن[۳] کے بارے میں معلوم کیا تھا۔ وہ معلوم کرلیا گیا ہے۔ ان کا پتا یہ ہے:

۲۶۔ ناظم الدین روڈ

الف ۷/۱۔ اسلام آباد۔

فون: 820332

وہ ریٹائر ہو چکے ہیں اور خاموشی سے زندگی گذار رہے ہیں۔

فقط والسلام

مخلص

مختار زمن

....

۱/۲ الف۔۴ ناظم آباد کراچی

۱۱فروری ۱۹۹۰ء

مکرمی احمد سعید صاحب

آپ کے خط کا جواب تاخیر سے دے رہا ہوں وجہ! بیگم اکرام اللہ سے رابطہ دیر میں ہوا۔ وہ ڈھاکے سے واپس آکر بے حد مصروف ہو گئیں۔

میری درخواست پر انھوں نے آپ کے لیے سہروردی خاندان کی پوری روداد خود لکھ کر مجھے عنایت کردی جو میں آپ کو بھیج رہا ہوں۔

میں نے زین نورانی صاحب کو آپ کا پتا بتا دیا تھا۔انھوں نے وعدہ کیا تھا کہ وہ اپنا biodata آپ کو بھیج دیں گے۔شاید ان پر اردو ڈائجسٹ یا کسی رسالے میں مضمون بھی نکلا ہے۔ وہ بھی دیکھ لیں۔

امید ہے آپ مع الخیر ہوں گے۔

فقط والسلام

مختار زمن

....

۲/۱ الف ۔۴۲ناظم آباد کراچی

۲۵فروری ۱۹۹۰ء

مکرمی سعید صاحب!

ایک پمفلٹ اور کچھ مزید معلومات حافظ حلیم کے متعلق حاضر ہیں ۔

حافظ صاحب اردو٭ فارسی٭ اور عربی کی اچھی استعداد رکھتے تھے۔ وہ نہایت مخیّر آدمی تھے ۔ ۱۹۱۶ء میں انھوں نے حلیم مسلم کالج کی بنیاد ڈالی۔۱۹۱۸ء میں انھوں نے شہر روڑکی سے پیراں کلیر شریف تک، جہاں خواجہ علاء الدین صابری کی درگاہ ہے، اپنے خرچ سے چھ میل لمبی پکی سڑک تعمیر کرادی۔ ندوۃ العلما، علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی، مسلم بورڈنگ ہاؤس، اٹاوہ، انجمن اسلامیہ آگرہ، انجمن اسلامیہ امرتسر، اسلامیہ ہائی سکول امرتسر، اسلامیہ عربک سکول دہلی، مدرسہ طبّیہ دہلی کی کثیر رقم سے مالی امداد کرتے رہے۔ لاہور میں لبی پٹھاناں بلڈنگ تعمیر کی۔حضرت مجدد الف ثانی کے معتقد تھے، انھیں کے روضے کے پاس دفن ہوئے۔ان کے ایک لڑکی اور تین بیٹے تھے ۔محمد صدیق، محمد نذیر، اور ایس ایم بشیر۔

ایس ایم بشیر نے بیرسٹری کی اور مسلم لیگ میں حصہ لیا ۔۱۲ اپریل ۱۹۴۴ء کو قائداعظم نے بشیر صاحب کو لکھا کہ وہ ایک Committee for commercial industrial expansion تشکیل کر رہے ہیں جس کے صدر نواب علی نواز جنگ (حیدرآباد)اور سیکرٹری پروفیسر اے بی اے حلیم ہوں گے اور چاہتے ہیں کہ بشیر صاحب اس کے ممبر ہو جائیں (میں نے یہ خط دیکھا ہے)چنانچہ بشیر صاحب ممبر ہو گئے اور کمیٹی نے ایک اہم رپورٹ مرتب کی ۔ایس ایم بشیر کے صاحبزادے شاہد حلیم اس وقت کراچی میں ہیں ان کا فون نمبر 541605 ہے مندرجہ بالا اطلاعات اور پمفلٹ میں نے انھیں سے حاصل کیا ہے ۔

اس سے پہلے آپ نے واحد بخش قادری اور واحد بخش قادری کے بارے میں پوچھا تھا۔ واحد بخش قادری بڑے بھائی تھے، سائنس دان تھے اور ایسٹرن فیڈرل یونین سے متعلق تھے۔علی گڑھ کے پرانے طلبا میں سے تھے۔ان کی شادی سمیع آرٹسٹ کی صاحبزادی سے ہوئی ۔ ان کے انتقال کو کئی برس ہو گئے اور ان کی بیوہ مع اپنے بچوں کے راولپنڈی چلی گئیں جہاں ان کے بہنوئی یا کوئی اور عزیز فوج میں کرنل ہیں ۔ چھوٹے بھائی واحد بخش قادری علی گڑھ یونیورسٹی کے وائس پریزیڈنٹ تھے پھر آئی سی ایس میں آگئے ۔ڈھاکے میں ہوم سیکرٹری رہے پھر قومی اسمبلی کے سیکرٹری بن گئے ۔لائق آدمی تھے ۔ دونوں بھائی سخت دینی مسلمان تھے۔ان کا خاندان بدایوں سے تعلق رکھتا ہے جہاں ان کے والد وکالت کرتے تھے۔ واحد بخش کی شادی نوابزادہ خواجہ نصراللہ مشرقی پاکستان کے مسلم لیگی لیڈر اور سپیکر کی لڑکی عفت سے ہوئی تھی وہ بھی بیوہ ہو گئیں ۔ مجھے ابھی تک ان سے رابطے کا موقع نہیں ملا۔ اگر آپ ضرورت سمجھیں تو بات کروں، سنا ہے کراچی میں ہیں۔ان کا بڑا لڑکا یک کناڈا میں ہارٹ فیل ہونے سے انتقال کر گیا اس کے بعد سے وہ تقریباً دنیا سے قطع تعلق کرکے بیٹھ رہی ہیں۔ سب بڑے شریف لوگ تھے افسوس کہ جلد چھوڑ گئے ۔

آپ نے تو اپنے خط میں مجھے اہم آدمی ثابت کردیا، یہ صحیح نہیں ہے۔ان خیالات وحسنِ ظن کا بہر حال شکریہ۔مگر من آنم کہ من دانم ۔میرا ارادہ عرصے سے ہے کہ کچھ یادداشتیں اور اپنی آنکھوں دیکھی ہوئی سوسائٹی کا حال لکھوں مگر اس میں میری اپنی کوئی حیثیت نہیں ہو گی اس لیے کہ میں نے کوئی کارنامہ

انجام نہیں دیا البتہ سماج کو دیکھا ہے، ادب اور سیاست سے دلچسپی رہی ہے، کچھ بڑے لوگوں سے ملا ہوں۔ہوسکتا ہے کہ آئندہ اہل قلم کے لیے یہ مواد کارآمد ثابت ہو لیکن فی الحال تو بعض حضرات مجھ سے انگریزی میں اردو زبان وادب کے بارے میں ایک کتاب لکھوانا چاہتے ہیں، سو پہلے یہ کام ہو جائے۔

آپ نے مولانا اشرف علی تھانوی پر کتاب بھیجی تھی وہ موجود ہے لیکن زیر تصنیف کتاب ضرور بھیجیے گا۔

شکریہ

احقر

مختار زمن

....

احمد سعید ۷۵

۱۸مئی ۱۹۹۰ء

مکرمی،

السلام علیکم!

عرصے کے بعد آپ کا خط پڑھ کر خوشی ہوئی۔

واحد (Wahid) بخش قادری آئی سی ایس تھے اور وہی نیشنل اسمبلی کے سیکرٹری مقرر کیے گئے تھے۔ پہلے وہ مشرقی پاکستان کی حکومت میں جوائنٹ سیکرٹری امورِ داخلہ تھے۔ان کی شادی خواجہ نصراللہ (نواب ڈھاکہ کے کزن) کی لڑکی عفت بیگم سے ہوئی تھی۔

واجد (Wajid) بخش قادری ان کے بڑے بھائی تھے۔ایم ایس سی کر کے وہ لیکچرر رہے۔ پھر ایک پرائیویٹ ادارے سے متعلق ہو گئے۔ گویا وہ دونوں W.B.Kadri تھے۔ دونوں کا انتقال ہو گیا۔ان کے والد کا نام رزاق بخش قادری تھا۔ وہ وکیل تھے۔

احقر

مختار زمن

....

۱۱نومبر ۱۹۹۰ء

مکرمی احمد سعید صاحب، تسلیم!

آپ کے خط کا جواب تاخیر سے دے رہا ہوں اور معافی کا خواستگار ہوں۔

شریف صاحب[۳] (بہار) کے صاحبزادے کو ڈھونڈ نکالا ۔حسن شریف نام ہے۔پتا یہ ہے:

Sharif Gardens

Mubarak Manzil

4th floor Garden Road

M. Jahangir Park Karachi

Phone: 724751

احمد سعید ۵۵

میں نے ان سے فون پر بات کرلی ہے اور آپ کا پتا بتلا دیا ہے۔ممکن ہے وہ آپ سے رابطہ قائم کریں۔ کہتے تھے کہ لاہور جانے والے ہیں اور وہاں یا تو چغتائی صاحب وائس چانسلر کے پاس قیام کریں گے یا ان کے ذریعے معلوم ہو سکے گا کہ کہاں ہیں۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے اور حسب معمول مشغول۔

فقط والسلام

مختار زمن

....

۱/۲ الف۔۳/۴ ناظم آباد کراچی

۲۲ نومبر ۱۹۹۰ء

مکرمی احمد سعید صاحب،

تسلیم!

ستم ظریفی ملاحظہ کیجیے۔میں نے سہروردیوں کا شجرہ نسب معلوم کرنے کے لیے صبح بیگم اکرام اللہ کو فون کیا۔معلوم ہوا کھانے پر گئی ہیں۔ شام کو پھر فون کیا۔ پتا چلا کہ وہ تو آج ڈھاکہ چلی گئیں۔ کب تک آئیں گی؟ کچھ پتہ نہیں۔بہر کیف اب انتظار کے علاوہ چارۂ کار نہیں ۔ایک اور بات بتاتا

ہوں ۔ لاہور میں ایک ایڈووکیٹ ہیں شفیق الاسلام ۔ یہ صاحب بنگالی ہیں اور مسلم لیگ سے تعلق رکھتے ہیں ۔ شاید انھیں کچھ معلوم ہو ۔ بار ایسوسی ایشن سے پتہ لگ جائے گا ۔ امید ہے کہ شریف صاحب کے بارے میں میرا خط آپ کو مل گیا ہوگا ۔

فقط والسلام

مختار زمن

....

۲/۱ الف ۔۴، ناظم آباد

کراچی

۱۱ جون ۱۹۹۱ء

مکرمی احمد سعید صاحب،

آپ کا مجوزہ ''وارنٹ گرفتاری'' وصول ہوا ۔ جواب میں تاخیر اس لیے ہوئی کہ حسن شریف صاحب سے رابطہ قائم نہ ہو سکا تھا ۔ اب ملاقات بذریعہ ٹیلیفون ہوئی ۔ انھوں نے وعدہ کیا ہے کہ وہ آئندہ جمعے کو شریف صاحب مرحوم کے حالات مرتب کریں گے اور اگلے ہفتے آپ کو بھجوا دیں گے ۔ اس کی نقل مجھے بھی عنایت کریں گے ۔

رہا میرے اغوا اور گرفتاری کا مسئلہ تو آپ کو زیادہ زحمت گوارا نہ کرنی پڑے گی صرف انتظار کرنا ہوگا ۔ میں آج کل انگریزی زبان میں اردو کی تاریخ لکھ رہا ہوں ۔ یہ بھی ایک بزرگ دوست سے وعدہ کر کے نبھانے کا مسئلہ ہے ۔ اس کے بعد ان شاء اللہ وہ کتاب لکھوں گا جو آپ نے تجویز کی ہے ۔

اس بنا پر درخواست ہے اغوا برائے تاوان سے معاف رکھا جاؤں ۔

امید ہے کہ آپ مع الخیر اور حسب معمول مصروف ہوں گے ۔

مخلص

مختار زمن

....

۵ جولائی ۱۹۹۱ء

بندہ پرور

السلام علیکم

آپ کو میں نے خود آپ کا خط مورخہ ۵ جولائی آنے سے قبل ایک خط لکھا تھا ۔ اس کے بعد میں بیمار پڑ گیا ۔ بخار آ گیا اور کھانسی بھی تھی ۔ ہاں، اب اچھا ہوں ۔

غالباً جو کچھ میں نے لکھا تھا اس پر آپ نے عمل کیا ہوگا ۔

احقر

مختار زمن

....

۲/۱ الف ۔۴، ناظم آباد کراچی

۱۹ اگست ۱۹۹۱ء

مکرمی احمد سعید صاحب،

تسلیم !

آپ کا خط ملا ۔ میں خط کا مسودہ روانہ کر رہا ہوں ۔ اس پر دستخط کر کے مجھے دے دیجیے ۔ ڈان، دی نیوز اور مارننگ نیوز کو برائے اشاعت بھیج دوں گا ۔

میں لاہور گیا تھا ۔ ۱۳ اگست کی رات کو پہنچا ۔ ۱۴ کو دن بھر لاہور اور والٹن میں گذرا اور ۱۵ کو واپس آنا پڑا ۔ طبیعت بھی خراب تھی ۔ آپ سے رابطہ نہ ہو سکا ۔ لیکن شریف کے بیٹے بھی وہاں موجود تھے ۔ میں نے زور دے کر ان سے کہا کہ آپ سے رابطہ قائم کریں ۔ ضرور کیا ہوگا ۔ وہ کہتے ہیں کہ شریف مرحوم کا بایوڈیٹا انھوں نے آپ کو بھیج دیا ہے ۔

لفظ ''تعلقہ دار'' صحیح ہے ۔ تعلق دار کے معنی تو تعلق رکھنے والے کے ہوئے ۔ ''تعلقہ'' کہتے ہیں زمین کے ایک خاص محدود حصے کو ۔ اس لیے تعلقہ دار صحیح ہے ۔ حیدر آباد دکن میں تعلقہ دار، زمیندار کے معنی ہی میں نہیں بلکہ ''کلکٹر ضلع'' کے معنی میں استعمال ہوتا تھا ۔ یہ سرکاری عہدہ تھا ۔

احقر

مختار زمن

....

۲۰اپریل ۱۹۹۴ء

مکرمی،

السلام علیکم!

آپ کے دو خط موصول ہوئے جس میں آپ کی کتاب پر تبصرے کا ذکر ہے کتاب جوں ہی دستیاب ہو گی تبصرہ ہو جائے گا مگر کتاب اب تک نہیں ملی۔ دوسری بات یہ ہے کہ ڈان صرف ان کتابوں پر تبصرہ کرتا ہے جس کی دو کاپیاں اس کے پاس ہوں۔لہٰذا آپ براہِ کرم اس کا بھی انتظام کردیں۔

خط کا جواب دیر سے جارہا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ میں ایک سیمینار میں مشغول تھا۔خدا کے فضل سے اب وہ ختم ہوگیا ہے۔اس لیے اب اطمینان ہوا۔

احقر

مختار زمن

....

۱۴ستمبر ۱۹۹۵ء

مکرمی،

السلام علیکم!

خط کی رسید کا شکریہ۔آپ کے دوسرے خط کا جواب یہ ہے کہ مسلم لیگ اپنے مطالبے یعنی "پاکستان" سے دستبردار نہیں ہوئی اس کی وجوہات حسب ذیل ہیں۔

(۱) قائداعظم نے اپنی تقریر میں خود کہا تھا کہ مطالبۂ پاکستان کوئی bargaining counter نہیں ہے۔(*Speeches & Writings of M.A. Jinnah*, Jamiluddin Ahmad p.195)۔

(۲)خود کابینہ کے مشن پلان میں پاکستان کے جراثیم تھے اور اسکیم صرف ایک محدود مدت کے لیے تھی۔اگر وہ ناکام ہو جاتی تو صوبوں کو وفاق سے باہر آنے سے کوئی نہیں روک سکتا تھا لہٰذا یہ ایک قدم تھا۔دست برداری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(۳) قائداعظم بوڑھے اور سخت بیمار تھے وہ جانتے تھے کہ اگر کوئی فیصلہ نہ ہوا تو وائسرائے اپنا فیصلہ صادر کرے گا۔کانگرس اسے فوراً تسلیم کرے گی۔اکھنڈ ہندوستان بن جائے گا اس کے بعد برطانیہ پورے برعظیم کو ایک رکھنا چاہتا تھا اس لیے کہ یہی برطانیہ کا موقف تھا۔اس دوران قائداعظم ہمیں چھوڑ کر چلے جائیں گے قصہ تمام ہو جائے گا۔اس لیے جو کچھ مل رہا ہے وہ تو لے لیا جائے۔

(۴) قائداعظم دراصل compromise کے آدمی تھے۔لکھنؤ پیکٹ اور دوسری تجاویز اس کا بیّن ثبوت ہیں اس لیے وہ بتدریج آگے بڑھنا چاہتے تھے۔کابینہ کا مشن ایک منزل یا ایک قدم تھا۔قائداعظم ہر کام بتدریج کرتے تھے اور یہی سیاست میں کامیابی کی ضمانت ہے۔

(۵)جیسا کہ آپ نے لکھا ہے قائداعظم خوب جانتے تھے کہ کانگرس اس compromise کو بھی تسلیم نہیں کرے گی چنانچہ نہرو نے اس کی مخالفت کردی اور تقسیم ہو گئی۔اس سے قائداعظم کے موقف کا کھلا ثبوت مل گیا۔ان کا موقف درست نکلا لہٰذا ثابت ہوا کہ لیگ اپنے مقصد سے دستبردار نہیں ہوئی بلکہ کانگرس ہی کی دھاندلی اور ڈکٹیٹرشپ ثابت ہو گئی۔

دراصل دو طاقتور دشمنوں سے (کانگرس اور برطانیہ) بیک وقت لڑنا تاریخ عالم میں ایک عجیب اور بے مثال بات ہے اور لڑ کر کامیابی حاصل کرنا جس سے جنوبی ایشیا کی تاریخ بدل گئی عجیب تر بات اور سیاسی معجزے سے کم نہیں۔

مگر پاکستان وہ نہیں جس کا ہم نے خواب دیکھا تھا البتہ میں نا امید نہیں ہوں۔اس دور سے گذرنا انوکھی بات نہیں۔ہمیں قائداعظم کے خواب کو پورا کرنا ہے۔فیوڈل ازم، جاگیرداری کا خاتمہ، قانون کی حکمرانی، رشوت، بے ایمانی، بیوروکریسی کی ناک میں نکیل ڈالنا اب اور بھی ضروری ہوگیا۔اگر ہم برے ہیں تو اس میں قائد کا کیا قصور؟

احقر

مختار زمن

۱۲ستمبر ۱۹۹۶ء

مکرمی، وعلیکم السلام !

آپ کا خط ملا ۔جواب حسب ذیل ہے۔

محمد وثیق کوئی صاحب نہیں۔البتہ آل بنگال مسلم اسٹوڈنٹس کے بانی اور صدر عبدالواثق تھے۔ A. Wasiq وہی صاحب ہیں جو بعد میں محمد نعمان کے ساتھ آل انڈیا مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے جنرل سکریٹری بنے۔اس وقت محمد نعمان آرگنائزنگ سکریٹری بنے ۔واثق صاحب ہی آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے رکن قرار پائے ۔ میں واثق صاحب کو جانتا تھا۔وثیق اور واثق میں گھپلا اس لیے ہوا کہ انگریزی میں دونوں ایک طرح لکھے جا سکتے ہیں۔ صحیح ہجے اور تلفظ ''واثق''ہی ہے۔پس ثابت ہوا کہ یہ ایک ہی شخص ہے۔عبدالواثق نام ہے۔

یہ سن کر خوشی ہوئی کہ سوانحی ڈکشنری آپ خود ہی شائع کر رہے ہیں۔

ہاں یہ بات بھی یاد رکھیے کہ آل بنگال مسلم اسٹوڈنٹس لیگ پہلے بنی تھی مگر صرف بنگال تک محدود تھی ۔ جب آل انڈیا مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن بنائی گئی تو آل بنگال مسلم اسٹوڈنٹس اس میں شامل ہوگئی لیکن نام پرانا ہی رہا۔

احقر

مختار زمن

----

۲۳ اگست ۱۹۹۷ء

مکرمی، السلام علیکم !

آپ کے دونوں خطوط مجھے مل گئے۔گو ذرا دیر سے ملے ۔میں سعید جعفری صاحب سے بھی

آج یا کل بات کر لوں گا۔ جہاں تک ڈان میں تبصرے کا تعلق ہے میں تبصرہ کر کے آپ کو بھجوا دوں گا۔ آپ خود جہاں چاہے اسے چھپوا دیجیے۔ اس لیے کہ چھاپنے والے ایک یا شاید دو کاپیاں مانگتے ہیں۔میں صرف ایک دے سکتا ہوں۔ دوسری جعفری صاحب کو دوں گا۔ایک خود رکھوں گا ۔آپ نے میرے متعلق جو لکھا ہے اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں ۔

فقط

والسلام

مختار زمن

۱۷اکتوبر ۱۹۹۹ء

مکرمی، اسلام علیکم!

جناب ہاشمی صاحب کا پتا یہ ہے:

194-A Sindhi Muslim Housing Society, Karachi

سید سعید جعفری کے گھر کا پتا یہ ہے:

43/4- Block B, Pakistan Employees Housing Society, Karachi

ہاں یہ صحیح ہے کہ انھوں نے دفتر بند کر دیا۔گھر پر ہی رہتے ہیں ۔آپ کی کتاب مل گئی۔ یادداشتوں کا ذکر بے کار ہے۔ میں گمنام ہی زندہ رہوں گا اور گمنام ہی مروں گا۔

احقر

مختار زمن

۱۲اکتوبر ۱۹۹۳ء

مکرمی احمد سعید صاحب، السلام علیکم !

آپ کی کتاب برادرم خالد شمس الحسن کے ذریعے مجھے مل گئی۔آپ نے کتاب کے انتساب

میں اس خاکسار کو بھی شامل کر لیا ہے اس لیے ڈبل شکریہ ادا کرتا ہوں۔

میں آپ کی دوسری کتاب کے بارے میں چند لوگوں سے گفتگو کروں گا کہ آپ اسے خود شائع کرنا چاہتے ہیں۔اس لیے اشتہاروں کی ضرورت ہے۔اگر کوئی کامیابی ہوئی تو آپ کو مطلع کروں گا۔

یہ سن کر تعجب ہوا کہ ایس ایم شریف صاحب کے بیٹے حسن شریف آپ سے تعاون نہیں کر رہے۔عجیب بات یہ کہ میں بھی ان سے نہیں ملتا۔بہر صورت فون کروں گا دیکھیے کیا جواب ملتا ہے۔

اور کوئی خاص بات قابلِ تحریر نہیں ہے۔

احقر

مختار زمن

....

۲۰ دسمبر ۱۹۹۵ء

مکرمی،

آپ کے دونوں خطوط مجھے مل گئے۔

میرے سامنے اس وقت مطلوبہ کتابیں نہیں اس لیے یادداشت کی بنا پر جواب دے رہا ہوں۔جو غلط یا گمراہ کن بھی ہو سکتی ہے۔

یہ صحیح ہے کہ الٰہ آباد اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کا جلسہ کراچی میں ہوا تھا۔اس وقت اس کے صدر سعید جعفری تھے اور بندہ اس کا سکریٹری تھا۔ چونکہ الہ آباد میں علامہ اقبال نے لیگ کے پلیٹ فارم سے خطبۂ صدارت پڑھا تھا اس لیے ان کے صاحبزادے جاوید اقبال کو بلایا گیا۔خطبے کا ترجمہ اور پس منظر وغیرہ پر میرے مضامین نقوش میں شائع ہو چکے ہیں۔اور جیسا کہ آپ نے فرمایا آپ انھیں پڑھ چکے ہیں۔انھیں غور سے پڑھیے تو پاکستان کے تصور کا دھندلا سا خاکہ تو نظر آتا ہے لیکن آزاد ریاست کا تصور نہیں ہے۔ بنگال کا خطبے میں کوئی ذکر ہی نہیں ہے اقبال نے تو یہ کہا تھا شمالی مغربی صوبوں کو متحد کر کے ایک یونٹ بنا دی جائے خواہ وہ حکومتِ برطانیہ کی کامن ویلتھ کے اندر ہو یا باہر..... خیری کی

تازہ کتاب جو پاکستان پر نکلی ہے اس میں تو یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ پاکستان الگ شے ہے اور اقبال نے جو کچھ کہا وہ الگ۔مگر خیر میں اس سے کلی اتفاق تو نہیں کرتا البتہ یہ کہتا ہوں کہ اقبال نے جو کچھ کہا ہے اس سے اور قائد اعظم نے بعد میں جو کچھ تخلیق کیا الگ ہے۔لیکن بہر کیف اقبال نے پہلی مرتبہ لیگ کے پلیٹ فارم سے سرکاری طور پر قیام پاکستان کا عندیہ تو ضرور دیا ۔ پاکستان کے متعلق عبدالحلیم شرر، عبداللطیف، علی گڑھ گروپ نے کچھ نہ کچھ بطور تجویز کے پیش کیا۔لیکن لالہ لاجپت رائے نے غالباً شروع ہی میں ہندو اور مسلمانوں کی الگ ریاستوں کی تجویز پیش کی تھی۔آپ جانتے ہیں کہ قائداعظم نے کانگریس اور لیگ میں صلح کرانے کی کوشش کی۔ ساری جوانی اسی کوشش میں گذاری مگر جب سب کوششیں بیکار ہو گئیں تو وہ تقسیم ہند کے حامی ہو گئے اس کے علاوہ ان کی نظر میں کوئی راستہ نہ رہا تھا۔ جاوید اقبال صاحب کراچی کے سیمنار میں آئے تھے۔ان کی بیگم بھی ساتھ تھیں۔اب تو وہ جج بن چکی ہیں مگر افسوس ہے ان کا خطبہ اب نہیں مل سکتا۔ان کے پاس ہو تو ہو۔یہ صحیح ہے کہ الٰہ آباد کے جلسے میں لوگ کم تھے ۔مفتی فخر الاسلام مرحوم صدر سٹی مسلم لیگ الٰہ آباد اس وقت یونی ورسٹی کے طالب علم تھے اور اقبال کے جلسے میں گئے تھے۔میں نے ان سے بات کی ہے ۔وہ اور چودھری خلیق الزمان دونوں کہتے تھے کہ اقبال کی تجویز پر مسلمانوں سے زیادہ کانگریس والوں نے توجہ دی ۔یہ مجھے بھی معلوم ہوا ہے کہ ماؤنٹ بیٹن نے نہرو کو غالباً شملے میں اپنے گھر مہمان رکھا اور نہرو کو ہندوستان کی آئندہ پلان دکھلا دی جس پر نہرو بہت جز بز ہوا۔بیٹن کو وائسرائے نے فوراً حکم دیا کہ دوسری پلان بنائے جو وہ لے کر انگلستان گیا۔ میں انعام الرحمٰن صاحب سے بخوبی واقف ہوں ۔مگر جب سے ان کی بیوی کا انتقال ہوا ہے انھوں نے سب سے ملنا جلنا، آنا جانا چھوڑ دیا ہے۔انھی کی وجہ سے میں نے یونی ورسٹی میں کئی سال پڑھایا ۔وہ جرنلزم ڈیپارٹمنٹ کے چیئر مین تھے۔انھیں میں نے فون کیے۔ان کے عزیزوں کو فون کیے ۔شریف المجاہد سے پوچھا مگر ابھی تک ان کا پتا نہیں چلا۔ جوں ہی فون کا پتا چلے گا یا خود ان کا پتا معلوم ہوگا، میں آپ کو مطلع کردوں گا۔مگر جہاں تک انعام الرحمٰن کے source کا تعلق ہے۔شاید یہ کتابوں میں لکھا ہے اور آپ ضرور اسے تلاش کر لیں گے۔ غالباً انعام الرحمٰن کی سورس بھی کتاب ہی ہوگی۔

احقر

مختار زمن

....

۹ مئی ۱۹۹۷ء

مکرمی، السلام علیکم!

آپ کے پہلے خط کے بعد میں نے مسز ناہید اظفر سے بات کی تھی کہ اتنے [میں] آپ کا دوسرا خط پہنچ گیا۔ وہ آپ کو نہیں جانتیں۔ نہ انھیں آپ کی کتاب[۵] کے متعلق معلومات ہیں۔ لہٰذا بہتر یہ ہے کہ آپ ان سے میرا نام لے کر بات کر لیجیے یا خط لکھ دیجیے۔ ان کا فون ۸ بجے صبح سے ۸ بجے شام تک مشغول رہتا ہے۔ اس لیے بہتر ہے کہ خط لکھ دیں جس میں کتاب کی تفصیل ہو۔ ممکن ہو تو جو ڈیزائن آپ بنوانا چاہتے ہیں اس کے متعلق بھی کچھ لکھ دیں۔ پتا یہ ہے:

Mrs. Naheed Azfar c/o Mr. Kamal Azfar Bar-at-law

F-31, Kahkashan, Clifton, Karachi

Phone 5832515

میرا خیال یہ ہے کہ وہ آپ کا مطلوبہ ڈیزائن بنا دیں گی۔ میں نے ان سے کہہ دیا ہے۔ اور قائداعظم کا نام خود ایک سفارش ہے۔

راقم

مختار زمن

....

ناظم آباد ۱/۲۰ الف ۴۔ کراچی

۳۱ اکتوبر

مکرمی احمد سعید صاحب،

تسلیم!

مطلوبہ اطلاع حسب ذیل ہے۔

عبدالشکور صاحب:

عبدالشکور صاحب ۱۸۹۷ء میں بریلی (یوپی) میں پیدا ہوئے اور ۱۹۷۰ء میں وہیں انتقال کیا۔ ابتدائی تعلیم بریلی میں حاصل کر کے مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ چلے گئے۔ وہاں سے انگریزی میں ایم اے پاس کر کے شعبۂ تعلیم سے منسلک ہو گئے۔ کچھ دنوں بریلی کالج میں لکچرار رہے۔ ۱۹۳۰ء کے اوائل میں ڈربن (جنوبی افریقہ) کے شاستری کالج میں تین سال کے لیے بحیثیت استاد فرائض انجام دیے۔ واپس آ کر بریلی میں لڑکیوں کا اسلامیہ اسکول قائم کیا۔ بعض پرانی وضع کے حضرات نے اس کی مخالفت کی لیکن انھوں نے لڑکیوں کی تعلیم کے لیے برابر کوششیں جاری رکھیں اور آخر کار یہ اسکول کالج بن گیا۔

۱۹۴۱ء سے ۱۹۴۷ء تک وہ حلیم مسلم کالج کانپور کے پرنسپل رہے۔ اس دوران انھوں نے پاکستان کی تحریک میں حصہ لیا۔ مضامین لکھے اور سردار عبدالرب نشتر کو ۱۹۴۶ء میں کالج میں مدعو کیا۔ ۱۹۴۷ء میں تقسیم کے بعد وہ رضا انٹر کالج رامپور کے پرنسپل بنائے گئے۔ پھر اسلامیہ کالج اٹاوہ (یوپی) میں پرنسپل رہے۔ اس کے بعد وہ ریٹائر ہو کر بریلی چلے گئے۔ جہاں ۱۹۷۰ء میں ان کا انتقال ہو گیا۔ اور وہیں دفن ہوئے۔

عبدالشکور صاحب کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ مثلاً تنقیدی سرمایہ، یارانِ میکدہ (خاکے)، حسرت موہانی، اصغر گونڈوی، فانی وغیرہ۔ مسلمانوں کی تعلیم، پاکستان کی تحریک اور اردو ادب کے فروغ کے لیے ان کی خدمات قابلِ قدر ہیں۔

سید رضوان اللہ:

سید رضوان اللہ گورکھپور کے رئیس اور ادب نواز ہستی سید سبحان اللہ کے دوسرے بیٹے تھے۔ وہ فروری ۱۹۰۴ء گورکھپور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے شہر میں حاصل کی۔ پھر علی گڑھ اور لکھنؤ یونی ورسٹیوں سے ڈگریاں لیں۔ کچھ دن تک انھوں نے گورکھپور میں وکالت کی۔ ۱۹۳۰ء کے عشرے کے آخری برسوں میں سیاست میں دلچسپی لینی شروع کی اور آل انڈیا مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔ بہت جلد وہ یوپی مسلم لیگ کے صوبائی جنرل سکریٹری چن لیے گئے۔ ۱۹۳۵ء کے آئین کے تحت جب الیکشن ہوئے تو سید رضوان اللہ یوپی اسمبلی کے رکن چنے گئے۔ جب وہ جنرل سکریٹری تھے تو نواب اسماعیل

خاں یوپی مسلم لیگ کے صدر تھے لیکن جب اسماعیل خاں علی گڑھ یونی ورسٹی کے وائس چانسلر ہوگئے تو سید رضوان اللہ یوپی صوبائی لیگ کے صدر بن گئے ۔ وہ مسلم لیگ کی قائم کردہ Delimitation Committee کے بھی رکن تھے۔ اس حیثیت سے انھوں نے مجوزہ مشرقی ومغربی پاکستان کے درمیان کوریڈر بنانے کے لیے ایک یادداشت مرتب کی ۔ اس کمیٹی کی تشکیل اس لیے کی گئی تھی کہ مجوزہ پاکستان کی سرحدوں کے بارے میں غور وخوض کرے۔ تقسیم ہند کے بعد کچھ دن تک وہ ہندوستان میں مقیم رہے اور کانسٹی ٹیوینٹ اسمبلی کے رکن بھی رہے۔وہ ایک peace mission کے رکن کی حیثیت سے پاکستان بھی آئے اور پھر ہندوستان واپس چلے گئے۔ لیکن ہندوستان میں حالات ان کے لیے ناسازگار ہوگئے تھے۔ فروری ۱۹۴۸ ء میں وہ ہجرت کر کے کراچی آگئے ۔ یہاں انھوں نے سیاست میں کوئی حصہ نہیں لیا ۔صرف چند دن کے لیے کراچی میونسپل کارپوریشن کے رکن رہے۔ اس کے بعدچند دن آبادکاری کمیٹی کے ممبر کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ اور اُس کے بعد وہ سیاست سے بالکل ریٹائر ہو گئے۔ مارچ ۱۹۶۴ میں ان کا انتقال ہوگیا۔ انھوں نے ۳ لڑکے اور ۲ لڑکیاں چھوڑی ہیں۔

اگر ممکن ہوتو ایک پوسٹ کارڈ ڈال دیں کہ یہ مل گیا ۔

راقم ومخلص

مختار زمن

....

۲/۱ الف ۴۔ناظم آباد

کراچی۔

مکرمی احمد سعید صاحب، تسلیم!

آپ کا خط ملا اور یہ سن کر اطمینان ہوا کہ آپ کو میرے خطوط ملتے رہے ہیں۔ دسمبر میں آپ کی کتاب ان شاء اللہ آرہی ہے۔مبارکباد پیش کرتا ہوں۔اب سنیے۔نواب سر محمد یوسف جونپور کے بڑے زمینداروں میں تھے مگروہ الٰہ آباد میں رہتے تھے۔ان کا مکان ساؤتھ روڈ الٰہ آباد پراب بھی

موجود ہے۔اس میں قائد اعظم ٹھہر چکے ہیں۔ اُس وقت گلابی رنگ کی یہ دومنزلہ کوٹھی بڑی پر رونق تھی۔ اب نہایت خستہ حالت میں پڑی ہے۔ گورنمنٹ نے اُسے لے لیا ہے اور کوئی دفتر اس میں کھلا ہوا ہے۔نواب صاحب کے کوئی اولاد نہیں تھی۔ مرنے کے بعد ان کی جائیداد بھانجوں وغیرہ کو ملی۔ مگر خاندان ختم سمجھیے ۔ ان کے کوئی قریبی عزیز محمد علی صاحب لاہور میں مال روڈ پر ایک سنیما کے پاس رہتے ہیں۔ زیادہ تفصیل معلوم نہیں ۔ کچھ پتا چلا تو لکھوں گا۔آپ کی دلچسپی کے لیے ایک واقعہ لکھتا ہوں، شاید ۱۹۳۶ء میں جب کانگریس وزارت سے پہلے نواب چھتاری نے یوپی میں وزارت بنائی تو نواب یوسف لوکل سیلف گورنمنٹ کے وزیر بنائے گئے۔ بعد میں کانگریس وزارت بنانے پر تیار ہوگئی اور گوبند بلبھ پنتھ چیف منسٹر ہوئے ۔انھوں نے نواب یوسف کا پورٹ فولیو مسز وجے لکشمی پنڈت کو دیا۔ یاروں نے یہ شعر مشہور کر دیا:

پنتھ جی کا دیکھیے حُسنِ مذاق　　　کام یوسف کا زلیخا کو دیا

راجہ صاحب ناپارہ کے صاحبزادے یہاں ہیں مگر ان کا نام طارق نہیں ہے شاید آصف ہے۔میں ان سے اور راجہ صاحب سلیم پور کے خاندان والوں سے رابطہ قائم کر رہا ہوں ۔ جب کچھ معلوم ہوگا تو آپ کو لکھوں گا۔

محمد احمد سبزواری صاحب کا فون نمبر 410889 اور پتا یہ ہے۔

1174 P.I.B Colony Karachi

فقط والسلام

مخلص

مختار زمن

....

مکرمی، السلام علیکم!

سلمٰی کے نام آپ کا خط پہنچا۔

آپ نے امداد الطاف صاحب سے ٹھیک سنا کہ میں بیمار تھا۔ مگر ہارٹ اٹیک نہ ہوا تھا بلکہ

دماغ کی رگ پھٹ گئی تھی۔اس لیے ''ہیمبرج'' ہوگیا تھا۔لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ دو دن بعد رگ خود ہی جڑ گئی اور سب کام حسبِ معمول ہوتا رہا۔ڈاکٹر نے دوا تجویز کی ہے اور مکمل آرام کا مشورہ دیا ہے دماغ کا آپریشن جو ہونے والا[تھا] نہ ہوا۔

لیکن افسوس ہے اس دوران میرے والد کا انتقال ہوگیا جس کی مجھے بعد میں اطلاع دی گئی۔میں کاندھا بھی نہ دے سکا۔ جب آغا خاں ہسپتال سے واپس آیا تو ایک ماہ بعد والدہ کا انتقال ہوگیا۔غرض یہ کہ پچھلے کئی ماہ مشکلات میں مبتلا رہا۔اب ٹھیک ہوں اور کوئی بات قابلِ تحریر نہیں ہے۔

احقر

مختار زمن

....

مکرمی پروفیسر احمد سعید صاحب،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ!

آپ کا ۹ دسمبر کا خط ملا۔ میں آپ کے سوالات کا مفصل جواب تو شاید نہ دے سکوں گا۔ لیکن جو کچھ مجھے معلوم ہے حاضرِ خدمت ہے۔

مفتی فخرالاسلام:

الٰہ آباد کے ایک سر برآوردہ مسلمان رہنما ہیں ۔پیشہ وکالت تھا۔الٰہ آباد میں ایک علاقہ دائرہ شاہ اجمل کہلاتا ہے جو علما وصوفیہ کا مرکز ہے ۔ناسخ بھی دائرہ میں رہ چکے ہیں۔یہ شعر انھی کا ہے

ہر پھر کے دائرے ہی میں رکھتا ہوں میں قدم آئی کہاں سے گردش پرکار پاؤں میں

مفتی صاحب نے الٰہ آباد یونی ورسٹی سے ایل ایل بی کیا ۔شروع ہی سے سیاست سے دلچسپی تھی۔ چنانچہ آزادی کی تحریکوں میں اور خلافت کی تحریک میں حصہ لیا۔اس کے بعد مسلم لیگ کا احیاء ہوا تو مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔الٰہ آباد سٹی مسلم لیگ کے صدر چنے گئے اور کئی برس تک خدمت انجام دی۔الٰہ آباد ڈسٹرکٹ لیگ کے صدر ظہور احمد بیرسٹر تھے اور سٹی لیگ کے مفتی فخرالاسلام ۔دونوں عوامی قسم کے آدمی تھے ۔لیگ کی تحریک کے سلسلے میں مفتی فخرالاسلام نے پورے صوبے کے دورے کیے اور ضلعی لیگوں کی کانفرنسوں میں شرکت کی ۔یوپی اسمبلی کے ممبر ہوئے، پہلے چودھری خلیق الزماں اور بعد میں ظہیر الحسن لاری لیگ پارلیمنٹری پارٹی کے لیڈر تھے۔مفتی صاحب نے اُن کے ساتھ اسمبلی میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ پاکستان بننے کے بعد مفتی فخر الاسلام سیاست سے تقریباً الگ ہو گئے ۔سنا ہے شروع شروع میں انھوں نے یہ بھی تحریک پیش کی تھی کہ لیگ کا نظریہ قبول ہوگیا اور لیگ نے پاکستان بنا دیا لہٰذا اب مسلمانوں کو من حیث الجماعت کانگریس سے تعاون کرنا چاہیے لیکن کانگریس کا رویہ تبدیل نہ ہوا تو وہ خاموش ہو گئے ۔سیاست کے علاوہ مفتی فخرالاسلام انجمن عربی اور انجمن ترقی اُردو کے لیے کام کرتے رہے ہیں۔مسلمانوں کے مسائل کے حل کے لیے جہاں ضرورت پڑی وہ پیش پیش رہے۔شاید ایک دفعہ وہ اپنے عزیزوں سے ملنے پاکستان بھی آچکے ہیں ۔مجھے ان کی صحیح عمر معلوم نہیں مگر میرا خیال ہے کہ اب ان کی عمر ۷۰ یا ۷۵ سال کے قریب ہوگی ۔ان کے ایک عزیز لاہور میں ہیں۔

محمد جمیل انصاری 225/A/3،گلبرگ نمبر ۳،فون 882657 ۔

واحد بخش قادری مرحوم:

بدایوں کے مشہور وکیل (غالباً رحمان بخش قادری) کے بڑے صاحبزادے اور پاکستان کے ایک افسرِ اعلیٰ واحد بخش قادری مرحوم آئی سی ایس کے بڑے بھائی تھے۔علی گڑھ سے ایم ایس سی کیا ۔ کچھ دنوں ڈھاکہ یونی ورسٹی سے متعلق رہے۔پھر امریکہ چلے گئے، واپسی پر ایسٹرن فیڈرل یونین میں ملازم ہوگئے۔مشہور کارٹونسٹ سمیع آرٹسٹ کی لڑکی سے شادی کی۔ ذہین آدمی تھے، طلبہ کی پالیٹکس میں حصہ لیا۔علی گڑھ یونی ورسٹی کے وائس پریذیڈنٹ رہے۔تین چار سال ہوئے انتقال ہوگیا ۔ان کی بیگم کراچی میں مقیم ہیں ۔اگر ضرورت ہوتو پتا معلوم کر کے بھیج سکتا ہوں ۔کہیں PECHS میں رہتی ہیں۔

تحسین بیگ محمد:

بمبئی کے تاجر اور قائد اعظم کے ساتھ دیرینہ اور قریبی تعلقات رکھنے والے آدمی تھے۔بمبئی اسمبلی کے ممبر رہے ۔طلبہ اور مسلم لیگ کی سیاست میں نمایاں کام انجام دیے۔ پاکستان بننے کے بعد یہاں آگئے ۔کراچی میں ان کا ایک سینما تھا۔آخر عمر میں سخت بیمار رہے۔رعشہ ہوگیا۔اٹھنا بیٹھنا محال

تھا۔ تین چار برس ہوئے ان کا بھی انتقال ہو گیا۔ ان کے متعلق اے کے سومار صاحب سے مزید معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔ میرا تعارف راجہ صاحب محمود کی وساطت سے ہوا۔ بڑے پُر خلوص اور محب وطن انسان تھے۔

بیگم نعمان:

محمد نعمان کی اہلیہ ہیں۔ ان کے والد حیدر آباد میں جج تھے۔ نعمان سے ان کی شادی اس زمانے میں ہوئی جب تقسیم سے کچھ دن پہلے نعمان نے حیدر آباد میں ملازمت کر لی تھی۔ ان کا ایک لڑکا اکبر نعمان غالباً امریکہ یا انگلستان میں ہے۔ دوسرا کراچی میں تیسری لڑکی یونی ورسٹی میں ہے۔ گھریلو خاتون ہیں۔ نعمان کے مرنے کے بعد بجھ سی گئی ہیں۔ خاموش زندگی گذارتی ہیں۔

جمیل الدین احمد:

علی گڑھ یونی ورسٹی سے انھوں نے انگریزی میں ایم اے کیا تھا۔ وطن شاید اعظم گڑھ تھا۔ غالباً ۱۹۳۰ء کی دہائی میں لکچرار ہو گئے۔ مسلم لیگ کی تحریک شروع ہوئی تو جمیل الدین Writers Commitee سے متعلق ہو گئے۔ بہت سے پمفلٹ پاکستان اور تحریک مسلم لیگ پر لکھے۔ مرنجاں مرنج خاموش طبع اور حد درجہ پاکستان پرست آدمی تھے۔ وہاب خیری اور جمیل الدین نے یونی ورسٹی میں لیگ کی تحریک کو آگے بڑھانے میں بڑی مدد کی۔ پاکستان بنا تو لیاقت علی خاں نے انھیں اپنا پی۔ آر۔ او بنالیا۔ اس کے بعد کراچی میں جرمن سفارت خانے میں مسائل پاکستان کے مشیر کا عہدہ حاصل کیا۔ لکھنے پڑھنے سے کام رہتا تھا۔ علاوہ قائد اعظم کی تقریروں کو جمع کر کے شائع کرنے کے، جو اُن کا بڑا کارنامہ ہے، انھوں نے سیکڑوں مضامین قومی مسائل و معاملات پر لکھے ہیں۔ عرصہ ہوا انتقال ہو گیا۔ شاید راحت سعید چھتاری یا کوئی علی گڑھ والا کچھ اور معلومات فراہم کر سکے۔

اے اے رؤف:

مدراس کے رہنے والے تھے۔ انھوں نے نہ صرف قائد اعظم پر شاید پہلی کتاب لکھی بلکہ بمبئی و مدراس کے اخبارات میں بہت سے مضامین بھی لکھے۔ میں ذاتی طور پر ان سے واقف نہیں۔ شاید وہ پاکستان نہیں آئے۔ یہ بھی معلوم نہیں کہ زندہ ہیں یا نہیں۔ ان کے متعلق مزید معلومات شریف المجاہد

صاحب ڈائریکٹر قائد اعظم اکیڈیمی سے حاصل کی جا سکتی ہیں۔

میں اپنا biodata بھیج رہا ہوں۔ حال آنکہ جو کچھ کتاب میں ہے وہ بھی کافی ہے۔ میں نے بوگرا میں آل بنگال مسلم اسٹوڈنٹس لیگ کے اجلاس کی صدارت کی تھی۔ یہ شاید ۱۹۴۴ء کا واقعہ ہے۔ اس اجلاس میں ابو سعید چودھری اور شاہ عزیز الرحمٰن بھی موجود تھے۔ خطبۂ صدارت اب میرے پاس نہیں ہے۔ اس کے علاوہ ۱۹۴۶ء کے الیکشن کے دوران میں بجنور، بنارس، غازی پور، اعظم گڑھ، گورکھپور وغیرہ میں لیگ کے جلوس میں مدعو کیا گیا۔ الواحد بجنور میں ایک سلسلۂ مضامین پاکستان کے بارے میں لکھا جو دراصل مدینہ بجنور کے مضامین کا جواب تھا اس لیے کہ مدینہ جمعیت العلماء ہند کا مشہور ترجمان تھا۔ اور کیا عرض کروں۔ ننگ اسلاف ہوں۔ بڑا نہیں ہوں مگر بڑوں کی آنکھیں دیکھ چکا ہوں۔ کیسے کیسے لوگ تھے کہ چلے گئے

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم! میرے[تو نے]وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا ہوئے [کیے]

میں عثمان احمد صاحب کے متعلق نہیں جانتا۔ شاید شریف المجاہد کو معلوم ہو۔

احقر

مختار زمن

حواشی

* سابق صدر شعبۂ تاریخ، ایم اے او کالج، لاہور۔

۱۔ اے اے رؤف (A.A. Ravoof) ڈکن ٹائمز مدراس کے مدیر اور قائد اعظم پر کتاب *Meet Mr. Jinnah* کے مصنف۔

۲۔ ان دنوں میں روزنامہ ڈان (دہلی) کے مائکروفلم دیکھ رہا تھا کیونکہ میں ایک کتاب قائد اعظم کے ملاقاتیوں کے حوالے سے مرتب کر رہا تھا بعد میں یہ ترشے *Visitors of the Quaid-i-Azam* کے نام سے بزم اقبال نے شائع کیے تھے۔

۳۔ تحریک پاکستان کے طالب علم سپاہی، بعد ازاں چیئرمین نیشنل بک فاؤنڈیشن۔

۴۔ میں، ایس ایم شریف صدر بہار پراونشل مسلم لیگ اور کانگریسی وزارتوں (۱۹۳۷ء-۱۹۳۹ء) کے خاتمے پر شائع ہونے والی کتاب شریف رپورٹ کے مرتب کے حالات اپنی مجوزہ کتاب کے لیے حاصل کرنا چاہتا تھا۔

۵۔ ۱۹۷۶ء میں قائد اعظم کی صد سالہ پیدائش کی تقریب کے موقع پر نیشنل بک فاؤنڈیشن نے بہت سی کتابیں شائع کی تھیں۔ ان میں میری کتاب اشـاریۂ قائداعظم بھی شامل تھی۔ اس کتاب کا نہایت خوبصورت ٹائٹل بیگم کمال ظفر نے تیار کیا تھا۔ میری خواہش تھی کہ میری اس کتاب کا ٹائٹل بھی وہی بنائیں۔